

تبصرہ کتب

شہراہ آزادی انڈیا ایکٹ، پس منظر، عوامل اور تجزیہ

کتاب:

ڈاکٹر وحید احمد

مصنف:

ڈاکٹر اعجاز

مترجم:

(تمہول ضمیمہ جات و سوانح اشاریہ) ۲۲۹

صفحات:

قائد اعظم الکریمی

ناشر:

۱۹۹۰ء

سن طباعت:

تین سوروپے

قیمت اعلیٰ ایڈیشن:

دو سوروپے۔

عام ایڈیشن:

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ بر صیر پاک و ہند کی آئینی تاریخ کی انتہائی اہم دستاویز ہے۔ بر صیر جمال مدهب، زبان، رنگ و نسل اور دیگر کمی لحاظ سے مختلف لوگ لیتے ہیں وہاں ایسی آئینی دستاویز تیار کرنا جس پر ان مختلف مفادات و نظریات کے لوگ متفق ہوں، ناممکن ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ وہ دستاویز ہے جس کو نہ صرف ۱۹۳۵ میں بر صیر کے اکثر سیاسی رہنماؤں نے قبول کیا بلکہ آگے چل کر پاکستان اور بھارت کی آزادی کے لئے بھی یہی دستاویز آئینی بنیادی ہے۔ یہی نہیں بلکہ پاکستان اور بھارت میں آزادی کے بعد جو مختلف آئینے بنے ان کا ماغذہ و مصدر بھی زیادہ تر یہی دستاویز رہی۔ اس اہمیت کے پیش نظر اس دستاویز کے تفصیلی مطالعہ اور تجزیے کی یقیناً ضرورت تھی۔

جناب وحید احمد نے ۱۹۷۹ میں اس دستاویز کو کمپریج یونیورسٹی میں اپنے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالے کا موضوع بنایا اور بقول پروفیسر پرسیول اسپیر "یہ مطالعہ اصلی اسناد و شواہد کے ایک کثیر سریالی پر مبنی ہے"۔ انہوں نے اس عمد کی اہم شخصیات کے ذاتی اور سرکاری کانفڑات کا مطالعہ

کیا۔ انہوں نے ان اگریزی سرکاری افروں سے تبادلہ خیالات بھی کیا جو اس تاریخ ساز عمد اور دستاویز سے کسی نہ کسی لحاظ سے تعلق رکھتے تھے۔ البتہ ہندوستانی شخصیات میں ڈاکٹر وحید صاحب نے صرف چودھری ظفرالله خان کا ذکر کیا ہے جنہوں نے "مجھے ایسی گران قدر معلومات سے مستفید فرمایا جو دستاویرات کے سرمایے سے میر نہیں ہو سکتی تھیں" (ص ۲۰)۔

کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں تاریخی پس منظر، دوسرا میں لارڈ ارون کے عمد (۱۹۲۶-۱۹۲۷ اور ۱۹۲۸-۱۹۳۲) کا جائزہ، تیسرا میں والیان ریاست اور کل ہند و فاق کا تصور، چوتھے میں گول میز کانفرنس (۱۹۳۰-۱۹۳۱)، پانچویں میں فرقہ وارانہ مسئلہ، چھٹے میں پارلیمانی اصلاحات سے بحث کے بعد، ساتویں میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا سیاسی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد تین ضمیمہ جات میں واپسی ارنون کا نوٹ، سیموئیل ہور (وزیر ہند اور وزیر خارجہ) کی ایک خفیہ یادداشت (۱۹۳۰) اور برطانوی سیاستدانوں کے مشترکہ خط کا متن پیش کئے گئے ہیں۔ پھر ۲۸ اکتوبر میں شخصیات کا سوانحی اشاریہ دیا گیا ہے، اور منتخب کتابیات (صنفات ۳۹۶-۳۹۰) کے بعد آخر میں عمومی اشاریہ دیا گیا ہے۔

وحید صاحب کی تحقیقات کا غصہ یہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (۱۹۳۵) جدید ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں نیادی اہمیت کا حال ہے۔ اس کا آغاز مانگلیو ہمسفورڈ اصلاحات سے ہوا لیکن بعد کے وزراء برطانیہ نے نہ صرف ان میں عدم رجسٹری کا اطمینان کیا بلکہ اس بات کی تردید کی کہ ہندوستان کو خود مقام نوآبادی کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ ہندوستانی رہنماؤں کے دباؤ کے نتیجے میں مذاکرات کا دور شروع ہوا۔ وحید صاحب کی تحقیق کے مطابق اس سلسلے میں لارڈ ارون کا کردار مثبت رہا کیونکہ وہ ہندوستان کے حالات سے واقف بھی تھا اور ہمدردی بھی رکھتا تھا۔ اس کے مقابلے میں سیموئیل ہور جس کے ہاتھوں یہ پالیسی تشكیل کو پہنچی یہ احساسات نہیں رکھتا تھا۔ تاہم اس کی کوششوں سے بالآخر اصلاحات کے اس عمل نے قانونی جامہ پہنا۔

ہندوستان میں سیاسی نظام کی تشكیل میں سب سے اہم مذہبی اقلیتوں کا مسئلہ تھا جنہیں ڈاکٹر وحید "فرقہ وارانہ" مسئلہ بتاتے ہیں۔ یہ مسئلہ ۱۹۳۵ کے ایکٹ سے حل نہیں ہوا۔ اس کی ڈاکٹر صاحب یہ وجہ بتاتے ہیں کہ ایکٹ وضع کرنے والوں نے برطانوی مفادوں کی حفاظت کرتے

ہوئے اس ایکٹ میں بھی برطانوی پارلیمنٹ کو ہی حتیٰ اختیارات دیئے تھے اور اگرچہ صوبائی خود مقناری کا اصول اپنایا تھا اور مقنی حکومت کے لئے ادارے قائم کئے تھے لیکن برطانوی برتری قائم رکھنے کے لئے گورنر جنرل کو خصوصی اختیارات دے کر اس کی نفی کر دی تھی ۔ اس کے علاوہ برطانیہ کے سیاسی رہنماؤں کا ہندوستانی مذاہب کے بارے میں متفقی رویہ بھی ہندوستان کے سیاسی اتحاد کو پارہ کئے ہوئے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے رہنماء قائد اعظم محمد علی جناح جو ۱۹۲۳ سے ۱۹۳۰ تک ہندوستانی سیاست میں ہندو مسلم اتحاد اور متحده قومیت کے قائل رہے تھے ۱۹۳۰ میں مایوس ہو کر علیحدگی پندوں کے ساتھ جا لے۔

ڈاکٹر وحید احمد صاحب نے پوری کتاب میں بڑے التزام کے ساتھ قائد اعظم محمد علی جناح کو صرف "جناب" لکھا ہے۔ اگرچہ قاری کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ جناح سے مراد کون ہے لیکن تحقیق و تصنیف کے آداب کے لحاظ سے کم از کم ایک مرتبہ ان کا پورا نام لکھنا ضروری تھا۔ پورا نام صرف سوانح اشاریے میں مذکور ہوا ہے (صفحہ ۳۸۳) اور وہاں ان کے لقب قائد اعظم کا ذکر اس وضاحت کے ساتھ ہے کہ "تحریک پاکستان کے قائد اعظم ۱۹۳۰ تا ۱۹۴۷"۔

اس جملہ مفترضہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ وحید احمد صاحب کا پورا مطالعہ ان کے ماغذہ کے نقطہ نظر سے متاثر ہے یعنی انہوں نے پورے مسئلے کو برطانوی نقطہ نظر سے دیکھا اور اسی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس سیاسی مبانی کے دوسرے فریقوں یعنی کانگریس اور مسلم لیگ کا نقطہ نظر سامنے نہیں رکھا۔ اگرچہ انہوں نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی مسلم امت اور ان کے رہنماؤں کی کارکروگی درج کرنا نہیں ہے تاہم اتنی اہم سیاسی دستاویز کا تجزیہ جس کے متاثرین میں برطانیہ کے باشندے نہیں بلکہ بر صغیر کے ہندو اور مسلمان دونوں تھے، ہندو اور مسلم رہنماؤں کے نقطہ ہائے نظر کے مطالعے کے بغیر کیسے کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جب سیاسی تحریکوں کا ارتقا اس نجح پر ہو کہ قائد اعظم جیسی غیر مترقبہ شخصیت بھی اپنی سوچ بدلتے پر مجبور ہو جائے۔

ہمارے اس تجزیے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ انہوں نے ہندو مسلم مسئلے کو "فرقة وارانہ" قرار دے کر اسی زاویے سے دیکھا ہے جس سے برطانوی حکمران دیکھ رہے تھے۔

اس طبقے نظر کی وجہ سے ہندو مسلم سیاسی روپیوں کو کبھی گیرائی اور گمراہی کے ساتھ سمجھانے جا سکا۔ اس کی ایک مثال ڈاکٹر وحید صاحب کا یہ تجربہ ہے کہ لندن کافرنس کے بعد "مسلمانوں کی قیادت جناح اور شفیع جیسے اعتدال پسند رہنماؤں کے ہاتھ سے نکل گئی اور اس کی وجہ سے فرقہ وارانہ تصفیے کے امکانات تاریک ہو گئے۔ اب مسلمانوں کی قیادت کی بाग ڈور سخت گیر ہاتھوں میں پہنچ گئی" (ص ۲۲۶)۔ وہ اقبال کے خطبہ اللہ آباد کو انہی واقعات کا نتیجہ بتاتے ہیں جس کی بدولت مسلمانوں کے اندر علیحدگی پسندی کا رجحان بنت شدت سے پیدا ہوا۔

ایک ایسے ملک میں جس کی سیاسی وحدت کو قائم ہوئے زیادہ مت نہیں گذری تھی اور جس میں مذہبی تقسیم کی جزیں تاریخ اور ثقافت میں بہت گمراہی تھیں وہاں ایک ایسا وفاقی نظام جس میں مرکز کو خصوصی آئینی اختیارات اور تحفظات اس لئے دیے گئے ہوں کہ وہ برلنیہ کے استعماری مفادات کی حفاظت کر سکے، کیسے ممکن تھا اور صوبائی خود مختاری کیسے حاصل ہو سکتی تھی۔ ڈاکٹر وحید صاحب نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ وفاقی نظام صرف اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب اس کے عناصر ترکیبی پوری آزادی کے ساتھ مشترک مقاصد کے لئے باہم اتحاد قائم کریں۔ چونکہ اس وفاق کے عناصر ترکیبی مکمل طور پر آزاد نہیں تھے اور پھر نہ ان کے مقاصدِ مشترک تھے اور نہ اشتراک پر اتفاق تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ عناصر باہمی اتحاد کی بجائے باہمی انفراد کے قائل تھے۔ اس لئے یہ وفاق کیسے کامیاب ہو سکتا تھا۔ یہی نہیں پاکستان اور بھارت کے آزاد ہونے کے بعد بھی جب صورت حال وہی رہی تو ان دو آزاد ریاستوں میں بھی وفاق کا نظام کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ پاکستان میں اسی مسئلے نے بغلہ دیش کو جنم دیا۔ ابھی بھی یہ مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہو سکا۔

ڈاکٹر وحید صاحب کو اس کا احساس ہے چنانچہ مقالے کی طباعت کے وقت وہ اس کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں کہ ان کے تحقیقی مقالے کی مکمل اور اس کی اشاعت کے درمیانی وققے میں بغلہ دیش قائم ہو چکا ہے۔ لیکن نہ تحقیق کے دوران نہ اس کی اشاعت کے وقت وہ ان حقائق کو اپنے تجربے میں شامل کر سکے۔

وحید صاحب نے یہ مقالہ ۱۹۷۹ء میں مکمل کیا تھا اور کارروائی بک ہاؤس لاہور سے ۱۹۷۹ء میں

کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ اب اسی کا اردو ترجمہ بغیر کسی ترمیم و اضافے کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ غالباً گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کا خصوصی مزاج ہے کہ اس طرح اس کے حاوی اور مخالفین دونوں ۱۹۳۵ میں بھی اس کی خامیوں کا احساس رکھنے کے باوجود اس میں ترمیم و اضافہ نہ کر سکے، اسی طرح وحید صاحب نے بھی اس کی طباعت اور اردو ترجمے کے وقت مقالے میں کوئی ترمیم و اضافہ نہیں کیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر وحید صاحب نے لکھا ہے کہ اگرچہ ڈاکٹریٹ کے مقالے کی تکمیل کو دس سال گذر پکے تھے اور بہت سے اہم واقعات رومنا ہو پکے تھے لیکن انہوں نے ۱۹۲۹ میں اس مقالے کو من و عن شائع کیا تھا۔ پھر اردو ترجمے کے دیباچے (گذارشات) میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد بہت ساتاریجی مواد سامنے آیا ہے۔ پاکستان میں آل انڈیا مسلم لیگ پیپرز، قائد اعظم پیپرز اور بھارت میں بھی مزید دستاویزات سامنے آئی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے ان سے استفادہ نہیں کیا۔ اس کی کا ڈاکٹر صاحب کو احساس ہے لیکن ان کے خیال میں کتاب کی ترتیب نو کی ضرورت نہیں البتہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ یہ کمی اپنی نئی زیر ترتیب کتاب (قائد اعظم محمد علی جناح کی سیاسی زندگی) میں پوری کر دیں گے۔

ہماری رائے میں "شہراہ آزادی" پر نظر ہانی کی ضرورت پھر بھی باقی رہے گی۔ ایک تو اس کے پس منظر کے ابواب کوئئے سرے سے لکھنے کی ضرورت ہے تاکہ نئی دستاویزات اور تحقیقات کی روشنی میں جو حقائق اور ہندو اور مسلم رہنماؤں کے جو نقطہ نظر سامنے آئے ہیں ان کا بھی احاطہ ہو سکے اور اس بات کا تجزیہ ہو سکے کہ یہ ایکٹ اتنا ناگزیر ہونے کے باوجود ناکام کیوں رہا۔ مزید برآل ایکٹ کے مزید تجزیے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے آئینی اور سیاسی پہلوؤں کی مفصل وضاحت ہو سکے۔ اس وقت سات ابواب میں سے چھ پس منظر پر ہیں اور صرف ایک باب ایکٹ کے بارے میں ہے۔ کتاب کے اردو ترجمے کے ذیلی عنوان "پس منظر" عوامل اور تجزیہ" سے جہاں قاری یہ توقع قائم کرتا ہے کہ کتاب میں ایکٹ کا تجزیہ ملے گا وہاں کتاب کے مطالعے سے اس کی کمی کا احساس اور بھی قوی ہوتا ہے۔ انگریزی کتاب کا ذیلی عنوان "گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کی تکمیل" پھر بھی مناسب تھا۔

اردو ترجمے کے بارے میں ڈاکٹر وحید صاحب نے وضاحت کی ہے کہ "اردو ترجمہ کی اشاعت کا نیچلے قطبی طور پر ڈاکٹر وحید قریشی کا ذاتی تھا۔ محترم قریشی صاحب مقتدرہ قوی زبان کے صدر نہیں تھے۔ تاہم مقتدرہ قوی زبان کی بجائے یہ ترجمہ قائد اعظم اکادمی نے شائع کیا۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ اتنی دیدہ زیب طباعت قائد اعظم اکادمی ہی میں ممکن تھی۔ تاہم ترجمے پر مقتدرہ کی چھاپ موجود ہے۔ اس کی مثالیں وہ عربی زدہ اصطلاحات ہیں جو غیر عربی لیکن اردو زبان میں معروف الفاظ کی موجودگی کے باوجود ترجمے میں استعمال ہوئیں۔ مثلاً مترجم نے نوآبادی کی بجائے "ستقرہ"، بائیکاٹ کی جگہ "مقاطعہ"، قانون سازوں کی بجائے "واضھین قانون"، مشکل کی جگہ "تعویق" اور انکرار کی جگہ "ٹیشنے" کے علاوہ "الفعال رضا" جیسے ادق اور غیر مروج الفاظ استعمال کے ہیں۔ تاہم اسے ڈاکٹر اعجاز صاحب (مترجم) کی عرب دوستی نہ سمجھا جائے کیونکہ انہوں نے پوری کتاب میں مستقل طور پر میعاد کو "معیاد" لکھا ہے اور اس کے علاوہ "بناء" اور "محاذ آراء" کا املا اختیار کیا ہے۔ مقتدرہ کی خصوصی چھاپ اختصارات میں واضح طور پر نظر آتی ہے جہاں انگریزی کی تقلید میں الفاظ کے شروع کے حروف سے اختصارات بنائے گئے ہیں مثلاً مجموعہ کافذات بلڑ کا مخفف "م۔" ک۔ ب۔ بنا یا گیا ہے۔ اردو میں یہ طریقہ غیر مانوس ہے یا تو اختصار کے لئے کتاب کے عنوان کو مزید مختصر کیا جا سکتا تھا مثلاً "بلڑ" یا صرف "ب۔" کو رمز کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا۔

ترجمہ عام طور پر رواں اور قائل تحسین ہے۔ البتہ بعض مقالات پر ترجمہ واضح نہیں مثلاً "اسے کافی ماغذی مواد دستیاب نہیں جبکہ اس مواد کا افرزخیرہ موجود ہے۔ قسم اور وسطانی عمد سے متعلق تقریباً سارا مواد چھانٹ کر معینہ مقدار میں علیحدہ کر دیا گیا ہے اور مطالعے کے لئے دستیاب ہے۔" (ص ۱۹)